ایصالِ ثواب

قرآن و حدیث سے عام قاعدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کا اپنا عمل ہی اس کے لیے مفید ہے۔ ایک شخص کا عمل دوسرے کے لیے آخرت میں مفید نہ ہوگا لیکن بعض احادیث سے یہ استثنائی صورت بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کی جتنی احادیث بھی ہمیں ملی ہیں، ان سب میں کسی خالص بدنی عبادت کا ذکر نہیں ہے بلکہ ایسی عبادت کا ذکر ہے، جو یا تو صرف مالی عبادت ہے جیسے صدقہ، یا مالی و بدنی عبادت ملی جُلی ہے، جیسے حج۔ اسی بنا پر فقہا [کا] ایک گروہ اسے مالی اور بدنی عبادات دونوں میں جاری کرتا ہے اور دوسرا گروہ اس کو ان عبادات کے لیے مخصوص کرتا ہے جو یا تو خالص مالی عبادات ہیں یا جن میں بدنی عبادت مالی عبادت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ میرے نزدیک یہ دوسرا مسلک اس لیے مرجح ہے کہ قاعدۂ کلیہ میں اگر کوئی استثناء کسی حکم سے نکلتا ہو تو اس استثناء کو اسی حد تک محدود رکھنا چاہیے جس حد تک وہ حکم سے نکلتا ہے۔ اسے عام کرنا میری رائے میں درست نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص پہلے گروہ کے مسلک پر عمل کرتا ہے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی کیونکہ شریعت میں اس کی گنجایش بھی پائی جاتی ہے۔

ایصالِ ثواب کا میت کے لیے نافع ہونا یا نہ ہونا اللہ کی مرضی پر موقوف ہے، تو اس کا سبب دراصل یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کی نوعیت محض ایک دُعا کی ہے، یعنی ہم اللہ سے یہ دُعا کرتے ہیں کہ یہ نیک عمل جو ہم نے تیری رضا کے لیے کیا ہے اس کا ثواب فلاں مرحوم کو دیا جائے۔ اس دُعا کی حیثیت ہماری دوسری دُعاؤں سے مختلف نہیں ہے۔ اور ہماری سب دُعائیں اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں۔ وہ مختار ہے کہ جس دُعا کو چاہے قبول فرمائے اور جسے چاہے قبول نہ فرمائے۔

ایصالِ ثواب ہر ایک کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ خواہ متوفی سے کوئی قربت ہو یا نہ ہو، اورخواہ متوفی کا کوئی حصّہ آدمی کی تربیت میں ہو یا نہ ہو۔ جس طرح دُعا ہر ایک شخص کے لیے کی جاسکتی ہے، اسی طرح ایصالِ ثواب بھی ہر ایک کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ ('رسائل و مسائل'، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ترجمان القرآن، جلد ۵۵، عدد ۵، فروری ۱۹۶۱ء، ص ۴۷-۴۸)